عبادت اور استعانت
از افادات: غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
جمعیت اشاعت اہلسنت
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی۔
مفت سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بعض ہستیاں ایسی جلیل القدراور ذی وقار ہوتی ہیں کہ جب تک ہمارے درمیان موجود ہوں انکے فیوض و برکات سے تشنگان علم و متلاشیان فن متمتع سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے دنیائے فانی سے کوچ کرتے ہی علمی دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کا پر ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ حضرت علامہ و مولانا سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب ایک ایسی ہی ہستی ہیں جنہوں نے طویل مدت تک آسمان پر موجود خورشید کی طرح دنیائے سنیت پر سایہ فگن رہتے ہوئے علمی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔

متعدد موضوعات پر آپ کی بے شمار کتب اپنے اندر علم کا ایسا خزینہ لئے ہوئے ہیں جن سے عوام الناس رہتی دنیا تک استفادہ کرتی رہے گی۔ آپ کے بے شمار مضامین مختلف اخبارات و رسائل اور کئی بار کتابی شکل میں شائع ہوکر اہل ذوق حضرات کی تسکین کا باعث بن چکی ہیں۔

عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب نے رسالہ مذکورہ میں اپنے قلم گوہر بار کی سحر کاریوں سے آیت مبارکہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کے ضمن میں عبادت و استعانت کے معنی میں افراط و تفریط کے مرتکبین کا علمی محاسبہ فرمایا ہے۔ آپ نے تعظیم کو عبادت اور استعانت لغیر اللہ کو شرک و کفر ٹھہرانے والے کج فہموں کی سختی سے تردید کی ہے۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ قاری پر عبادت و استعانت اور تعظیم و توقیر کے فرق کو واضح کریگا۔

جمعیت اشاعت اہلسنت رسالہ مذکورہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی ۲۳ ویں کڑی کے طور پر شائع کرنے کا شرف حاصل کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب کریم روؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل جمعیت کی اس سعی کو قبول فرمائے اور حضرت علامہ کاظمی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پرانوار پر تا ابد اپنی رحمت و رضوان کی بارشیں فرماتے ہوئے ہمیں انکے فیوض و برکات سے تا عمر مستفید فرمائے۔ آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خاکپائے استاد من

محمد عرفان وقار

عبادت و استعانت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

گذشتہ جمعۃ المبارک کو سورۃ فاتحہ کے سلسلے میں آیت "مالک یوم الدین" کی مختصر تفسیر عرض کی تھی، آج آیت "ایاک نعبد و ایاک نستعین" پر کچھ عرض کرتا ہوں۔

جب عبد مومن اپنے معبود کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے رب کی حمد کی، اس کی ثنا بجالایا، اس کی بزرگی بیان کی۔ یہ "الحمد للہ رب العالمین" کیا ہے ؟ اللہ تعالی کی حمد ہی تو ہے۔ الرحمن الرحیم اللہ تعالی کی ثنا ہے اور مالک یوم الدین اللہ تعالی کی بزرگی کا بیان ہے۔ یہ اللہ کی حمد، اللہ کی ثنا، اللہ کی بزرگی کا بیان، یہ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کے آداب میں شامل ہے۔ یہاں تک وہ اپنے معبود کی بارگاہ میں غائب کے صیغوں سے مخاطب تھا۔ اب اسے اپنے معبود کی بارگاہ میں حاضری کا وہ درجہ حاصل ہوا کہ گویا وہ غیبت سے عیاں کی جانب منتقل ہوگیا اور بے ساختہ کہتا ہے "ایاک نعبد و ایاک نستعین" اے اللہ تونے مجھے حاضری کا شرف عطا فرما کر غیبت سے عیاں کا مرتبہ عطا فرمایا، اب میں حاضر کے صیغوں سے خطاب کرکے عرض کرتا ہوں "ایاک نعبد و ایاک نستعین" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

دیکھئے عبادت اور استعانت دونوں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ اللہ ہی معبود ہے اور وہ ہی مستعان ہے۔ لاریب ۔ لاریب۔ آمنا و صدقنا۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے سوا کوئی مستعان ہے واللہ المستعان۔

بعض لوگوں نے عبادت کے معنی میں کچھ افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عبادت کی روح تعظیم ہے۔ اگر تعظیم کا محصول نہ ہو تو عبادت کا

کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔ یقیناً تعظیم روح عبادت ہے۔ لیکن بعض لوگ ہر تعظیم کو عبادت سمجھنے لگے۔ یہ غلط ہے۔

دراصل عبادت "اقصٰی غایت الخضوع والتذلل" کا نام ہے۔ یعنی حد درجہ تعظیم و انکسار کا نام عبادت ہے۔ تعظیم کا وہ مقام جس کے آگے تعظیم کا اور کوئی درجہ نہ ہو اسے ہم بندگی سے عبارت کرتے ہیں اور اسی کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے سوا عبادت کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔

اب ایک تو ہے تعظیم اور ایک ہے "اقصی غایت التعظیم" تو اللہ تعالی کے سوا اللہ کے رسول، اللہ کے نبی، اللہ کے مقرب اولیاء صالحین، یہ تمام کے تمام تعظیم کے تو مستحق ہیں، مگر "اقصی غایت التعظیم" کا مستحق فقط اللہ ہے۔ تعظیم رسولوں کے لئے بھی ہے، تعظیم نبیوں کے لئے بھی ہے، تعظیم ولیوں کے لئے بھی ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اللہ تعالی نے تو ان پتھروں کی تعظیم کا بھی حکم دے دیا جن کی نسبت اللہ کے بندوں سے ہوگئی۔

دیکھئے بیت اللہ یعنی کعبہ معظم ہے یا نہیں؟ یقیناً معظم ہے۔ تو کیا کعبہ تعظیم کے بغیر ہی معظم ہوگیا؟ بھئی اس کی تعظیم ہوتی ہے تبھی تو وہ معظم ہے۔ اب اگر محض تعظیم ہی کو عبادت کہیں گے تو پھر کعبہ میں معبود ہوگیا۔ حالانکہ کعبہ تو معبود نہیں، وہ تو ہماری عبادت کی ایک جہت اللہ نے مقرر کی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ غلط فہمی پھیلائی کہ جہاں بھی جس کی تعظیم کروگے بس عبادت ہوجائے گی۔ ادھر تم نے کسی کی تعظیم کی ادھر مشرک ہوگئے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کے لئے خواہ مخواہ کی ایک مصیبت کھڑی کی ہوئی ہے۔ جب حرمین طیبین کی حاضری ہوتی ہے تو اس کا پورا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ بہرحال میں عرض کررہا تھا کہ محض تعظیم کو عبادت کہنا بہت زیادتی ہے اور دین میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

صحاح ستہ میں مشہور مجموعہ احادیث ابن ماجہ کی ایک حدیث میرے ذہن میں آرہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کے ساتھ کعبۃ اللہ کو فرمایا اے بیت اللہ تیری عظمتوں کا کیا کہنا، تو تو بہت ہی عظمتوں والا ہے الخ۔

اب اگر محض مطلق تعظیم کو ہی شرک قرار دیتے ہو تو کعبہ کو بھی معظم مت قرار دو۔ اور اگر معظم سمجھتے ہو تو اپنے فتوے کے مطابق اسے بھی معبود سمجھو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مطلق تعظیم کا نام عبادت نہیں ہے بلکہ "اقصی غایت التعظیم" کا نام عبادت ہے یعنی ایسی تعظیم کہ اس کے آگے تعظیم کا کوئی درجہ متصور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" سورۃ بقرۃ آیت ۱۵۸۔ ترجمہ : "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"

یعنی جن پتھروں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے قدم لگ گئے وہ پتھر بھی معظم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا "و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب" (پ۷، سورہ حج، آیت۳۲) ترجمہ : "اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو وہ ان کے دلوں کا تقویٰ ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے نسبت اور تعلق رکھنے والی چیزوں کا ادب و احترام بجا لانا اور اس کی تعظیم کرنا شرک میں داخل نہیں بلکہ عین توحید کی نشانیوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے لوگ ہی ان چیزوں کی قدر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بالواسطہ یا بلاواسطہ منسوب ہیں۔

اب یہ شعائر اللہ جن کی تعظیم کی جاتی ہے کیا یہ اللہ ہیں؟ اگر شعائر اللہ کو اللہ کہیں گے تو پھر ہزاروں خدا ہوجائیں گے۔ بہرحال شعائر اللہ کی تعظیم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان فرمادیا ترجمہ : "و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"۔ پتہ چلا کہ مطلقاً تعظیم شرک نہیں بلکہ اقصیٰ غایت التعظیم شرک ہے اور کوئی مسلمان ایسی تعظیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نہیں بجالاتا۔

اے اللہ تو ہی ہمارا معبود ہے اور ہم تیرے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ ایاک نعبد کے معنی آپ کی سمجھ میں آگئے۔

"ایاک نستعین"

"اے اللہ ہم تجھ ہی سے استعانت کرتے ہیں"

استعانت کے معنی کیا ہیں؟ میں آپ کو بتادوں کہ جس طرح ہر تعظیم کا نام عبادت نہیں اسی طرح ہر مدد طلب کرنے کا نام استعانت نہیں۔ ایاک نستعین میں جس استعانت کا ذکر ہے وہ ہر استعانت نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ہر استعانت ہے تو پھر یہ تو بڑی مصیبت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا " و تعاونوا علی البر والتقوٰی" (سورہ المائدہ آیت۲)

یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

تعاونوا باب تفاعل سے ہے اسے کے معنی شرکت کے ہوتے ہیں۔ یعنی تم اسکی عون (مدد) کرو وہ تمھاری مدد کرے گا۔ نیک کام میں آپ مجھ سے مدد طلب کرسکتے ہیں، میں آپ سے مدد طلب کرسکتا ہوں۔ اب اگر ہر استعانت شرک ہو تو پھر "و تعاونوا علی البر والتقوٰی" کے کیا معنی ہوں گے، پھر تو نیکی کے کاموں میں کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہوجائے گا۔

حالانکہ قرآن تو اس کا حکم دیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر طرح کی عون کو ایاک نستعین کے تحت لانا غلط ہے۔ "جیسا کہ ہر تعظیم کو ایاک نعبد کے تحت لانا غلط ہے۔ وہ تعظیم خاص ہے جو ایاک نعبد میں مراد ہے اور وہ استعانت خاص ہے۔ جو ایاک نستعین میں مراد ہے۔ اگر ہم کسی کو مستعان حقیقی سمجھ کر مدد طلب کریں اور ہمارا اعتقاد ہو کہ یہ مدد کرنے میں مستقل بالذات ہے، اس کو کسی کی احتیاج نہیں، یہ خود بخود بغیر کسی کا محکوم ہوئے، بغیر کسی کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت ہوتے ہوئے اپنی ذات سے مستقلاً ہماری مدد کرسکتا ہے تو یہ شرک ہے کیوں کہ کسی کو مستقل بالذات مستعان سمجھ کر مدد طلب کرنا بھی اقصی غایت تعظیم ہے اور اسی کو عبادت کہتے ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہم جس سے بھی مدد طلب کرتے ہیں اس کے متعلق ہمارا کبھی یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ یہ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مدد کرے گا یا اللہ کی مرضی یا مشیت کے بغیر ہماری مدد کرے گا یا اللہ کے ارادے کے بغیر ہماری مدد

کرے گا۔ ہمارا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مدد کرنے کی قدرت دی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے یہ ہماری مدد کرے گا، اللہ کے حکم سے یہ ہماری مدد کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہماری مدد کرے گا۔ اگر اللہ کی مشیت متعلق نہ ہو تو یہ ہماری مدد نہیں کرسکتا، اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق نہ ہو تو کوئی ہماری مدد نہیں کرسکتا، اللہ نے اس کو مستقل بالذات کوئی قوت نہیں دی۔ کیوں کہ استقلال ذاتی الوہیت کا وصف ہے اور الوہیت کا وصف غیر الٰہ میں ہو نہیں سکتا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں "ایاک نستعین" یعنی اے اللہ ہم تجھے مستعان حقیقی اعتقاد کرکے فقط تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ ارشاد فرمایا "واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ" باسببیہ ہے، سبب اور وسیلہ ایک ہی بات ہے یعنی صبر اور صلوٰۃ یہ وسیلہ ہیں استعانت کے۔ استعانت تو اللہ ہی سے ہوگی، جس طرح صبر اور صلوٰۃ وسیلہ ہیں اسی طرح اولیاء کرام بھی وسیلہ ہیں اور جس طرح اعمال صالحہ وسیلہ ہوسکتے ہیں تو جو اعمال صالحہ سے متصف ہیں وہ بھی وسیلہ ہیں۔ اسی لئے ہم اولیاء اللہ سے توسل کرتے ہیں۔ ہم ان کی ذات کا توسل نہیں کرتے بلکہ ان کے وصف ولایت کی بنا پر توسل کرتے ہیں۔ ان کی صالحیت اور اعمال صالحہ کی بناء پر توسل کرتے ہیں۔

بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں نے اعمال صالحہ سے توسل کرکے اللہ سے مدد طلب کی اور اعمال صالحہ سے توسل کرنا یہ بناء ہے صالحین سے توسل کرنے کی، ہم یہی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کرام و صالحین ہمارے وسیلہ ہیں، ہاں مدد کرنے والا اللہ ہے، عون فرمانے والا اللہ ہے، حاجت برلانے والا اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے صالحیت کو، اعمال صالحہ کو، نیکی کو، تقوے کو، صبر کو، صلوٰۃ کو وسیلہ بنایا، اور جو محل ہیں صبر کے، جو متصف ہیں صلوٰۃ سے اور جو متصف ہیں اعمال صالحہ سے وہ باعتبار اعمال صالحہ کے ہمارا وسیلہ ہیں اور ان سے قطع نظر کرکے محض ان کی ذوات کو ہم وسیلہ قرار نہیں دیتے کیوں کہ ان کے توسل کا معنی ان کا اعمال صالحہ سے متصف ہونا ہے اور اعمال صالحہ سے توسل یعنی استعانت قرآن سے ثابت ہے، قرآن نے کہا "واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ" (سورہ بقرہ آیت ۱۵۳)

اب اگر مطلقاً استعانت کو شرک کہو گے تو قرآن کی اس آیت کو کہاں لے جاؤگے، پھر تو صبر اور صلوۃ کے ذریعے مدد طلب کرنا بھی شرک ہوجائے گا کیوں کہ صبر بھی خدا نہیں اور صلوٰۃ بھی خدا نہیں ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادتیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ ہم تجھ ہی کو مستعان حقیقی مانتے ہیں اگر تو نہ چاہے تو کوئی ہماری مدد نہیں کرسکتا، اگر تیرا ارادہ اور مشیت نہ ہوتو کوئی ہماری مدد نہیں کرسکتا۔

اب یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب یہ اللہ کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے تو ان کا تو کچھ مقام نہ ہوا اور ان کی کوئی فضیلت نہ ہوئی۔

دیکھئے یہ اللہ کے نیک بندے اللہ کی مشیت سے ہی تو مدد کرسکتے ہیں۔ بغیر مشیت کے تو مدد نہیں کرسکتے۔ تو پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ مشیت الٰہی متعلق ہوگئی ہے۔

کیا یہ ان کی فضیلت نہیں؟ ان کے ساتھ مشیت الٰہیہ متعلق ہوتی ہے، ارادہ الٰہیہ متعلق ہوتا ہے تو جو متعلق ہو مشیت الٰہیہ سے اور جو متعلق ہو ارادہ الٰہیہ سے بتایئے کہ وہ فضیلت کا مرکز قرار پائے گا یا نہیں؟۔

یہاں ایک اور شبہ کا ازالہ بھی کردوں کہ جب ہم کہتے ہیں "ایاک نستعین" ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تو شبہ یہ ہے کہ اس میں حصر ہے یعنی ہم فقط تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے غیر سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ہم دیکھیں کہ حصر کے معنی کیا ہیں؟ تو عرض ہے کہ حصر کے معنی ہیں ماسوا مذکور کی نفی، مثلاً کلمہ الخ لاالٰہ الا اللہ ہے۔ اس میں مذکور کون ہے؟ کیوں کہ یہاں اللہ کے سوا ہر ایک سے الوہیت کی نفی ہوگئی اور اللہ کے ماسوا سب غیر مذکور ہیں تو ہر غیر مذکور سے الوہیت کی نفی ہوگئی۔ اب ہم کہتے ہیں "ایاک نستعین" تو "ایاک" میں مذکور تو اللہ کی ذات ہے کیوں کہ "ایاک" میں جو ضمیر خطاب ہے اس کا مصداق اللہ تعالیٰ ہے تو اب مذکور تو فقط اللہ

ہے اور غیر کی نفی ہوگئی کیوں کہ مذکور کے ماسوا سب کی نفی ہوتی ہے۔ تو پتہ چلا کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور سے استعانت نہیں کرسکتے، کسی سے مدد نہیں مانگ سکتے، اللہ سے مدد مانگنا خاص ہے کیوں کہ مذکور وہی ہے اور حصر میں ماسوائے مذکور کی نفی ہے۔ لہذا اللہ کے سوا سب ماسوا کی نفی ہوگئی، اللہ کے ماسوا جو بھی ہے اس سے استعانت نہیں ہوسکتی۔

اب سوال یہ ہے کہ فقط مردے ہی اللہ کے ماسوا ہیں کیا زندہ اللہ کے ماسوا نہیں؟ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جناب مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے اور زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ ارے خدا کے بندو! ایاک نستعین میں تو حصر ہے اور حصر میں تو ماسوائے مذکور کی نفی ہوتی ہے تو ماسوائے مذکور فقط مردہ ہیں کیا زندہ ماسوائے مذکور نہیں ہیں؟ کیا صرف مردوں کو غیر اللہ کہو گے اور زندوں کو عین اللہ کہو گے؟ خبر نہیں ان لوگوں کا دماغ کہاں چلا گیا؟۔

آپ آنکھ سے استعانت کرتے ہیں دیکھنے کے لئے، کان سے استعانت کرتے ہیں سننے کے لئے، زبان سے استعانت کرتے ہیں بولنے کے لئے، ہاتھ سے استعانت کرتے ہیں پکڑنے کے لئے، پاؤں سے استعانت کرتے ہیں چلنے کے لئے، دماغ سے استعانت کرتے ہیں سوچنے کے لئے۔ آپ اپنے دوستوں سے استعانت کرتے ہیں، مقدمات میں وکیلوں سے استعانت کرتے ہیں، جھگڑوں میں پولیس سے استعانت کرتے ہیں، کار خیر کے کاموں میں مالداروں سے استعانت کرتے ہیں، کون سی چیز ہے جس سے استعانت نہیں ہوتی؟ اب بتایئے کہ ماسوا مذکور میں تو سارے داخل ہیں تو پھر کسی سے بھی استعانت مت کرو اور ہر ایک کی استعانت کو شرک قرار دو۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ بھئی یہ تو زندہ ہیں۔ تو کیا زندہ اللہ ہیں؟

الحمد للہ! ہمارا عقیدہ بالکل صاف ہے، بالکل سچا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی زندہ سے بھی مستعان حقیقی سمجھ کر مدد مانگتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ کیوں کہ "ایاک" میں حصر ہے اور حصر میں ماسوائے مذکور کی نفی ہوتی ہے۔ زندہ بھی ماسوائے مذکور ہیں اور مردہ بھی ماسوائے مذکور ہیں۔ اگر کسی فوت شدہ کو

مستقل بالذات مان کر مدد مانگو گے تب بھی مشرک ہوجاؤ گے اور اگر کسی زندہ کو مستقل مستعان بالذات جان کر مدد مانگو گے تو تب بھی مشرک ہوجاؤ گے۔ اگر استقلال ذاتی کا عقیدہ نہیں تو نہ مردہ سے مدد مانگ کر مشرک ہوگے اور نہ زندہ سے مدد مانگ کر مشرک ہوگے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ غیر اللہ سے مانگنا یہ تو اللہ کو عاجز سمجھنا ہے۔ کیا اللہ مدد نہیں کرسکتا؟۔ بھئی بندوں سے مدد مانگنا اگر اللہ کے عاجز و مجبور ہونے کی دلیل ہے تو اللہ بھی بندوں سے مدد مانگتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ اللہ کا مدد مانگنا کہاں ہے؟ میں نہیں کہتا قرآن نے صاف کہا "ان تنصروا اللہ ینصرکم" (سورہ محمد آیت ۷ پارہ ۲۶)

"ان تنصروا اللہ" جملہ شرطیہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم تو اللہ الخ سے مدد مانگیں گے تو جناب اللہ نے تو اپنی مدد کرنے کو مشروط کردیا تمھارے مدد کرنے سے۔ کہ تم میرے مدد کروگے تو بعد کو میں تمھاری مدد کروں گا۔ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جزاء شرط کے بعد ہوتی ہے۔

اب آیت کے معنی کیا ہوں گے؟ آیت کے معنی ہوں گے "ان تنصروا اللہ ای ان تنصروا دین اللہ ینصرکم" یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا۔

اب دیکھئے اللہ اپنے دین کی مدد تم سے کرا رہا ہے۔ آپ کیوں نہیں کرتا، کیا اللہ مجبور ہے؟ ارے بھائی یہ تم سے جو مدد کرا رہا ہے یہ اللہ ہی کا مدد کرنا تو ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کا مدد کرنا وہ اللہ ہی کا مدد کرنا تو ہے۔ کیوں کہ اللہ ہی نے تو مدد کرنے کی طاقت ان کو دی۔ اللہ ہی کا حکم متعلق ہے اور اللہ ہی کی مشیت متعلق ہے۔ اگر تمھارا مدد کرنا، اللہ کا مدد کرنا ہے تو ہر ولی کا مدد کرنا اللہ کا مدد کرنا ہے۔ بہرحال "ایاک نعبد" بالکل واضح ہے اور "ایاک نستعین" بالکل واضح ہے۔ ہمارا معبود وہی ہے اور ہمارا مستعان حقیقی وہی ہے۔

وما علینا الاالبلاغ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایاک نعبد و ایاک نستعین

"ترجمہ : ہم تیری عباد کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں"

تقدیم مفعول مفید حصر ہے۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ تیرے غیر کی نہ عبادت کرتے ہیں اور نہ تیرے غیر سے مدد چاہتے ہیں۔ عبادت کے معنی ہیں بندگی۔ بندگی کا مفہوم ہے غایت تذلل اور خشوع و خضوع۔ دوسرے لفظوں میں غایت تعظیم سے بھی اسے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے۔ بعض لوگ عبادت کے معنی میں اعتقاد کو شامل نہیں کرتے، بلکہ محض اعمال کو عبادت قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگر عبادت کے معنی میں اعتقاد کا اعتبار نہ کیا جائے اور محض عمل کو عبادت قرار دے دیا جائے تو سجدہ تحیت و تعظیم اور سجدہ عبادت سب کا ایک ہی حکم ہو۔ کیوں کہ ہر صورت میں عمل صرف سجدہ ہے۔ لیکن بالاجماع غیر اللہ کے لئے سجدہ تحیت و تعظیم محض ناجائز و حرام ہیں اور سجدہ عبادت شرک خالص ہے۔ یہ فرق نیت اور اعتقاد کے بغیر نہیں نکل سکتا۔ ثابت ہوا کہ عبادت اعتقاد قلبی کے بغیر نہیں ہوتی۔ رہا فقہا کرام کا بعض اعمال کو غیر اللہ کی عبادت قرار دے کر حکم تکفیر جاری کرنا، تو یاد رہے کہ وہ تکفیر فقہی ہے، کلامی نہیں۔ فقہا کی بحث عمل سے ہوتی ہے۔ اعتقاد ان کا مبحث نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی تعظیم اس کی عبادت نہیں بلکہ غایت تعظیم عبادت ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب"۔

جب شعائر اللہ کی تعظیم ان کی عبادت کی بجائے قلوب کا تقوی ٹھہری تو اللہ کے وہ مقرب اور محبوب بندے، جن کے ساتھ شعائر دین وابستہ ہیں، کی تعظیم ان

کی عبادت کیوں کر قرار پاسکتی ہے ؟ بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ محبوبان خدا تعالی کی تعظیم اللہ تعالی کی عبادت ہے تو یقیناً صحیح اور درست ہوگا۔

استحقاق عبادت۔

پوجا، بندگی، غایت تعظیم، انتہائے تذلل و خشوع و خضوع اور عبادت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو اپنے وجود میں مستقل بالذات ہو۔ کسی کا محتاج نہ ہو۔ جس کا وجود واجب بالذات ہوگا وہ اپنے ہر کمال اور اپنی ہر صفت میں بھی استقلال ذاتی سے متصف ہوگا۔ یعنی اس کا کوئی کمال اور کوئی صفت کسی کی دی ہوئی نہ ہوگی۔ بلکہ اس کے تمام کمالات و صفات بمقتضائے ذات ہوں گے۔ جو موجود یہ شان نہیں رکھتا وہ عبادت کے لائق نہیں ہوسکتا۔

ظاہر ہے کہ یہ شان صرف اللہ تعالی کی ہے کہ وہی واجب الوجود ہے اور اپنے ہر کمال میں مستقل بالذات ہے۔ لہذا عبادت کے قابل وہی اور صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کسی کو معبود ٹھہرانا گویا اسے واجب الوجود اور ہر صفت میں مستقل بالذات ماننا ہے۔ اگرچہ ماسوا اللہ کو معبود ٹھہرانے والا اس کے حق میں وجوب وجود اور استقلال ذاتی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ لیکن جب وہ اسے الہ اور معبود سمجھتا ہے تو گویا وہ اسے واجب الوجود مستقل بالذات بھی قرار دیتا ہے کیوں کہ معبود برحق کا ان صفات سے متصف نہ ہونا عقلاً اور شرعاً ہر طرح محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو مشرک قرار دیا جو اپنے باطل معبودوں یعنی بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے کہ باوجود انہیں مخلوق تسلیم کرنے کے بھی انہیں معبود مانتے تھے۔ مخلوق کا معبود ہونا عقل و شرع کی رو سے قطعاً محال اور ممتنع ہے اور شرک ہمیشہ امر ممتنع لذاتہ کا اعتقاد ہی ہوا کرتا ہے۔ لہذا اللہ تعالی نے اس محال عقلی کے معتقدین کو مشرک قرار دیا۔

استعانت کے معنی ہیں طلب عون یعنی مدد مانگنا۔ جس طرح عبادت اللہ تعالی کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح استعانت بھی اسی معبود حقیقی کے

ساتھ خاص ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عبادت میں حقیقی مجازی کی تقسیم محال، اور یہاں ممکن بلکہ واقع ہے۔ یعنی معبود مجازی محال ہے اور مستعان مجازی ممکن، بلکہ واقع ہے۔

ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ استحقاق عبادت کے لئے استقلال ذاتی شرط ہے۔ جب استقلال ذاتی غیر کے حق میں متصور نہیں تو غیر کی معبودیت کسی اعتبار سے ممکن نہیں۔ البتہ استعانت میں دو پہلو نکل سکتے ہیں، ایک یہ کہ مستعان مستقل بالذات ہو، دوسرے یہ کہ اسے کسی کی مدد کرنے کی قدرت غیر مستقلہ خدا کی طرف سے عطا کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ کسی بندے کو غیر مستقل قدرت عطا کردے اور جو چیز تحت قدرت ہو وہ ممکن بالذات ہوتی ہے اور کسی امر ممکن کا اعتقاد کسی صورت میں شرک نہیں ہوسکتا۔

بعض لوگ اللہ کے مقبول بندوں کو قضائے حاجات کا وسیلہ بنانا بھی شرک سمجھتے ہیں وہ بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی سخت غلطی پر ہیں جن کے نزدیک خدا تعالی کے محبوب بندوں کے حق میں اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی قدرت غیر مستقلہ کا اعتقاد بھی شرک ہے۔ ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ جب تک کسی امر ممتنع لذاتہ کا اعتقاد نہ ہو شرک نہیں ہوسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کا وسیلہ ہونا ممکن ہے۔ اسی طرح قدرت غیر مستقلہ کی عطا بھی محال نہیں تو ایسی صورت میں یہ دونوں اعتقاد کیسے شرک ہوسکتے ہیں۔ ہاں البتہ عطائے الوہیت اور قدرت مستقلہ کا دینا عقلاً محال ہے۔ اس لئے جو شخص کسی مخلوق کے حق میں یہ اعتقاد رکھے گا کہ معاذاللہ، اللہ تعالی نے اس کو الوہیت کا درجہ عطا کردیا، مستقل قدرت دے دی، وہ قطعاً مشرک قرار پائے گا۔ کیوں کہ اس نے ایک ایسے امر کا اعتقاد کیا جو عقلاً اور شرعاً ہر طرح محال اور ممتنع بالذات ہے۔

ہمارے اس بیان سے وہ تمام شکوک و شبہات رفع ہوگئے جنھیں بعض لوگ ناسمجھی کی وجہ سے پیش کردیا کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ قضائے حاجات میں کسی بزرگ کو خدا کے دربار میں وسیلہ بنانا اس لئے شرک ہے کہ مشرکین عرب بھی

اپنے بتوں کو خدا کے دربار میں وسیلہ ہی بناتے تھے، مگر اللہ تعالی نے انہیں بھی مشرک قرار دیا۔

اس کا ازالہ ہمارے بیان سے ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے مشرکین کو محض اس لئے مشرک قرار نہیں دیا کہ وہ اپنے بتوں کو اللہ کے دربار میں وسیلہ سمجھتے ہیں (اگرچہ پتھر کے بتوں کو وسیلہ سمجھنا عقل سلیم کی روشنی میں قطعاً محال ہے) بلکہ انہیں اس لئے مشرک قرار دیا کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے۔ کسی چیز کو وسیلہ قرار دے کر اس کی عبادت کرنا یقیناً شرک ہے۔ یعنی وسیلہ بنانا شرک نہیں بلکہ اس کی عبادت کرنا شرک ہے۔ مشرکین عرب کا اپنے بتوں کو عبادت کرنا اسی آیت میں مذکور ہے جس میں ان کے وسیلہ بنانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے اللہ تعالی نے ان کا مقولہ اس طرح بیان فرمایا "ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى"۔
(سورہ زمر آیت پ/۳)

ترجمہ : "ہم ان کی عبادت صرف اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں"

بے شک بتوں کا مقرب الی اللہ ہونا قطعاً باطل ہے لیکن مدار شرک ان کی عبادت پر ہے توسل پر نہیں۔

نظام عالم پر غور کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس جہان کا پورا نظم و نسق مخلوق کے باہم دگر امداد و اعانت پر چل رہا ہے۔ ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچنا اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا گویا قانون فطرت ہے کیوں کہ زمین سے لے کر آسمان تک، موجودات کائنات میں ارتباط پایا جاتا ہے، اس قانون کے بغیر ممکن نہیں۔ بالخصوص بنی نوع انسان کا گزارہ تو اس کے بغیر ہوہی نہیں سکتا۔ اگر کسی مخلوق سے مدد لینا ناجائز ہو تو انسانی معاشرہ درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔

مثال کے طور پر انسان کے ایک فرد کو لیجئے اور دیکھئے کہ اس کی ضروریات زندگی کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے اس کی ولادت پر نظر کیجئے کہ والدین کے بغیر پیدا نہیں ہوا۔ پیدائش کے بعد اس کی تربیت والدین اور دیگر

افراد کے متعلق ہے۔ وہ اپنی غذا، لباس، رہائش اور دیگر امور میں بے شمار چیزوں کا محتاج اور لاتعداد افراد کا رہین منت ہے۔ بچپن سے لے کر جوانی اور بڑھاپے تک بلکہ پیدائش سے موت تک اور مہد یعنی گود سے لے کر لحد تک ہر مرحلے پر دوسروں کی امداد و اعانت سے وابستہ ہے۔

اس کو غذا کے لئے غلہ کی ضرورت ہے، لباس کے لئے کپڑے اور جوتے کی حاجت ہے، بیمار ہوجائے تو علاج کے لئے طبیبوں، ڈاکٹروں اور دواؤں کا محتاج ہے، رہنے کے لئے مکان اور اس کی تعمیر کے لئے کاریگروں اور مزدوروں کی ضرورت ہے، غلہ کی پیداوار کاشتکاروں کے عمل سے متعلق ہے، آٹا پیسنے کے لئے چکی اور روٹی پکانے کے لئے باورچی کی ضرورت ہے اور کپڑا سینے کے لئے درزی کی حاجت ہے۔ جوتے کے لئے چمڑا اور چمڑے سے جوتا بنانے کے لئے کاریگر کا ہونا لازمی ہے۔ دواؤں کے حصول کے لئے ہر مرحلہ پر سینکڑوں قسم کے کارکنوں کی ضرورت درپیش ہے۔ چلنے کے لئے زمین، سانس لینے کے لئے ہوا، پیاس بجھانے کے لئے پانی، گرمی حاصل کرنے کے لئے آگ اور اسی طرح بقیہ ضروریات اجتماعی نظام کے ماتحت بے شمار افراد کی امداد و اعانت پر موقوف ہیں، کوئی شخص کسی کو ایک خط لکھنا چاہے تو ہزاروں افراد کی مدد اور الخ اعانت کو حاصل کئے بغیر وہ خط نہیں لکھ سکتا۔ قلم کی تیاری، روشنائی اور کاغذ کا وجود کتنے مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچتا ہے۔ چاند سورج کی شعاعیں شب و روز کا اختلاف، ستاروں کی گردشیں، نظام کائنات اور انسانی زندگی پر اس قدر اثر انداز ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔ صرف زندگی نہیں بلکہ موت کے بعد بھی اس کو قبر کی منزل تک انسانوں کی مدد درکار ہے۔

یہ تو ظاہری اعتبار سے کہا گیا۔ اس سے آگے بڑھ کر باطنی اور معنوی حیثیت سے نظر کی جائے تو مخلوقات کی اس مدد و اعانت کا سلسلہ اس سے بھی آگے پہنچتا ہے۔ مثلاً غذائے روح کے لئے ایک علیحدہ روحانی نظام ہے، جس کی احتیاج سے کوئی فرد خالی نہیں ہوسکتا۔ قرب خداوندی اور معرفت الٰہی کا حصول جو عین مقصد تخلیق انسانی ہے، انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے

وابستہ ہے۔

عبادات و معاملات و دیگر احکام شرعیہ و مسائل دینیہ وحی ربانی و تعلیمات نبوی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔ اگر اس اجمال کی تفصیل کی جائے تو احتیاج کے دامن کی وسعت اور اس کے پورا ہونے میں افراد کائنات سے حصول نفع اور باہم دگر امداد و اعانت کا اتنا طویل اور وسیع سلسلہ سامنے آجاتا ہے جس کا احصاء ممکن نہیں۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ کسی مخلوق سے نفع و ضرر کا عقیدہ رکھنا یا غیر اللہ سے امداد و اعانت طلب کرنا شرک و کفر ہے، انتہائی مضحکہ خیز اور لایعنی نہیں تو اور کیا ہے ؟

ہاں اس میں شک نہیں کہ جس چیز میں جس نفع کی صلاحیت نہ ہو اس سے اس نفع کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا لغو اور بے ہودگی ہے۔ مثلاً زہر سے تریاق کے نفع کی امید رکھنا، آگ سے پانی کا کام لینا، جہل سے حصول علم کی توقع قائم کرنا قطعاً خلاف عقل و دانش ہے۔ اسی طرح جس شخص کو جس کام کی قدرت خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوئی، اس سے وہ کام لینا یقیناً حماقت ہے۔ لیکن ایسے شخص کو بلا دلیل شرعی مطلقاً کافر و مشرک کہہ دینا بھی سراسر حماقت و جہالت ہے۔

خلاصہ یہ کہ غیر اللہ سے مدد لینا اس مدد کے جواز کے عقیدہ رکھنا، اسی وقت کفر و شرک قرار پاسکتا ہے جب کہ اس غیر اللہ کو مستقل بالذات ماننے اور تاثیر و ایجاد کا عقیدہ اس کے حق میں رکھے اور جب کسی کو مظہر عون الٰہی تسلیم کرکے تاثیر و ایجاد اور استقلال ذاتی کی اس سے نفی کرتے ہوئے اس کی امداد و اعانت کا عقیدہ رکھا جائے اور اسی اعتقاد کے ساتھ اس سے مدد طلب کی جائے تو ہرگز کفر و شرک نہیں ہوسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کام کا اہل نہ ہو اور اس وجہ سے یہ مدد مانگنا لغو و بے ہودہ قرار پائے۔ مگر اس کو کفر و شرک کہنا یقیناً باطل ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو مظہر عون الٰہی تسلیم کرلیا جائے اور اس کے حق میں الوہیت یا لوازم الوہیت کا کوئی عقیدہ نہ ہو تو اس کی مدد اور اعانت در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی امداد و اعانت ہوگی جو کہ ایاک نستعین کی مدلول ہے۔

بشکریہ ماہنامہ السعید ملتان - اپریل، مئی ۱۹۶۳ء

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے، عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام و علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں گے ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہید ایمان ص ۶۔۷ مطبوعہ لاہور)